پاکستان کسان مزدور تحریک

نیوز لیٹر

ایڈیٹوریل ٹیم : علی اکبر، راجہ مجیب، ظہور جوئیہ، عذرا طلعت سعید اور ولی حیدر

جولائی تا دسمبر 2013 جلد نمبر 3 شمارہ نمبر 2

استحصالی قوتیں اور مزدور کسان

سرمایہ دارانہ زراعت نے کسان آبادیوں کی زندگی اجیرن بنا کر رکھ دی ہے۔ مزدور کسان بالخصوص کسان عورت اس نظام میں زیادہ جبر کا شکار ہے۔ ایک طرف صنعتی اور جینیاتی فصلوں پر کام کرنے سے اسے مختلف طرح کے معاشی و سماجی مسائل درپیش ہیں جن میں نہایت کم روزی، ناکافی خوراک اور ماحولیاتی آلودگی شامل ہیں اور دوسری طرف ستم ظریفی یہ ہے کہ عورت کی انتھک محنت کے باوجود بھی اسے مزدور کی حیثیت نہیں دی جاتی اور اس کی محنت کو تسلیم تک نہیں کیا جاتا۔

صنعتی زراعت کا ایک خاص حربہ اس وقت جینیاتی بیجوں کو منڈی میں لانے کا ہے جس کے نتیجہ میں کسان روایتی بیجوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور کمپنیوں کے محتاج ہو کر رہ گئے ہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام کے نت نئے ہتھکنڈوں سے لڑنے کے لیے مختلف طریقوں کو اختیار کیا گیا ہے۔ رائج نظام کے حمایتی اکثر اصلاح پسندی یا پھر مفاہمت پر زور دیتے ہیں۔ یعنی ان کے خیال سے اگر تھوڑی بہت تبدیلی لائی جائے تو اس نظام میں پنہاں ظلم و استحصال سے چھٹکارہ حاصل کیا جاسکتا ہے، لیکن منافع حاصل کرنے کی ہوس، سرمایہ داروں اور بالادست طبقوں کے لیے ایک ایسا چکاچوند چاہ ہے جس سامنے عوام کی بھلائی کے لیے اقدامات ناممکن ہیں۔ مثال کے طور پر مہنگائی سے چھٹکارا مزدور کی تنخواہ بڑھا کر یا پھر اشیاء کی قیمتیں کم کر کے حاصل کیا جاسکتا ہے لیکن سرمایہ دار اس آسان حل کو نہیں مان سکتا کیونکہ اس سے منافع کی شرح کم ہوجائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقی تبدیلی اور خودمختار عوام کے لیے اصلاح کافی نہیں بلکہ یکسر نظام کی تبدیلی ہے۔ نظام میں تبدیلی یقیناً صرف مزاحمتی طریقوں کو استعمال کرتے ہوئے ہی ممکن ہے۔

سرمایہ داری نظام کا ایک موثر آلہ کار عالمی تجارتی ادارہ (ڈبلیو ٹی او) ہے۔ اس ادارے نے زراعت کے شعبہ کو آزاد تجارت کی پالیسیوں کے نظر کرتے ہوئے پچھلے 18 سالوں میں کسان کے لیے شدید مسائل کھڑے کردیے ہیں۔ کسان گروہوں کا اٹل فیصلہ ہے کہ ڈبلیو ٹی او کو وہ کسی قیمت پر ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ مزاحمتی طریقہ کار کو اپناتے ہوئے دنیا بھر کے کسان اور مزدور دیگر گروہوں کے ساتھ مل کر عالمی تجارتی ادارہ (ڈبلیو ٹی او) کے خلاف برسرپیکار ہیں اور ''ڈبلیو ٹی او کو کچرے میں ڈال دو'' (Junk WTO) کے نعرہ کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔ میکسیکو کے شہر کین کن میں ڈبلیو ٹی او کے اجلاس کے موقع پر کوریا کے کسان نے اپنی جان دے کر دنیا کے کسانوں کے لیے پیغام چھوڑا کہ ''ڈبلیو ٹی او کسانوں کا قاتل ہے''۔ ڈبلیو ٹی او کے ناہموار اور عدم مساوات پر مبنی پالیسیوں نے صرف ترقی یافتہ ممالک خصوصاً امریکہ اور یورپی ممالک کے بڑے کسانوں اور کمپنیوں کو یکطرفہ فائدہ پہنچاتے ہوئے غریب ممالک کی زرعی منڈیوں تک کھلی رسائی مہیا کی ہے۔ جس کی وجہ سے تیسری دنیا کے ممالک اور کسانوں کی زرعی اشیاء کے لیے مقامی منڈیوں میں مانگ بہت کم ہوگئی ہے۔ ساتھ ساتھ ان ممالک نے ہماری قدرتی اشیاء جن میں تنوع حیات بھی شامل ہے پر مکمل ڈاکہ ڈالا ہے۔ چاہے ہماری مقامی بیجیں ہوں یا پھر دیگر زندہ اقسام، سب کو مختلف حربے استعمال کرتے ہوئے منافع حاصل کیا جارہا ہے۔ اس وقت سرمایہ داری کے خلاف جنگ عروج پر ہے۔ یقیناً خودمختاری اور خوشحالی کا راستہ صرف پسے ہوئے طبقوں بالخصوص مزدور کسان کے اتحاد پر مبنی مزاحمتی تحریک کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

فہرست مضامین:

◄◄ سرمایہ داری اور کسان مزدور عورتیں ◄◄ سندھ میں پہلا صوبائی اجلاس ◄◄ مزاحمتی طریقہ کار اور مفاہمتی طریقہ کار

◄◄ دیسی بیج اور اس کے فوائد ◄◄ ڈبلیو ٹی او کے خلاف مظاہرہ ◄◄ سیڈ بینک ◄◄ اب چھپکلیوں کی خیر نہیں ◄◄ پی کے ایم ٹی کی ششماہی سرگرمیاں

پاکستان کسان مزدور تحریک نیوز لیٹر روٹس فار ایکوٹی (Roots for Equity) نے میزیریور کے تعاون سے شائع کیا ہے۔

سیکریٹریٹ: اے-1، فرسٹ فلور، بلاک 2، گلشن اقبال، کراچی۔ فون/فیکس: 34813320 21 92+ فیکس: 34813321 21 92+ ای میل: roots@super.net.pk

سرمایہ داری اور کسان مزدور عورتیں

ثمینہ جعفری

سرمایہ داری ایک ایسا معاشی اور سیاسی نظام ہے جو اس امر پر یقین رکھتا ہے کہ سماج میں ترقی صرف اس صورت میں ممکن ہے جب ملک کی تجارت اور صنعت کا اختیار ریاست کے بجائے نجی شعبے کے پاس ہو۔ نجی شعبہ تمام اشیاء و خدمات پیدا کرے اور انہیں نفع کی بنیاد پر منڈی میں فروخت بھی کرے۔ اس نظام میں مزدور اپنی محنت سرمایہ دار کو بیچتا ہے اور اس کی محنت کے دام منڈی طے کرتی ہے۔ نجی شعبہ، کاروباری افراد اور تاجروں پر مشتمل ہوتا ہے۔

اس سرمایہ داری کے نتیجہ میں ایک طبقاتی سماجی نظام فروغ پاتا ہے جس کے تحت بالا دست طبقہ تعداد میں کم لیکن زیادہ تر وسائل پر قابض ہوتا ہے۔ وہ زمینوں، کانوں، جنگلوں، فیکٹریوں سمیت ان تمام وسائل اور سرمائے کا مالک ہوتا ہے جو اشیاء و خدمات کی تیاری اور فراہمی کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ دوسری جانب غریب اور پسماندہ طبقہ اس نظام کی زد میں آکر غربت کا شکار ہوتا چلا جاتا ہے۔

مزدور طبقہ میں کسان مزدور عورتیں زیادہ ظلم اور نا انصافی کا شکار ہو رہی ہیں۔ وہ کسی بھی علاقے یا خطے سے تعلق رکھتی ہوں، ان کے فرائض، ذمہ داریوں اور مسائل میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ یہ عورتیں نہ صرف اپنے گھر یا خاندان بلکہ ملکی معیشت کو چلانے میں بھی اہم کردار ادا کررہی ہیں۔ ان کے کام کا دائرہ گھروں میں سرانجام دیئے جانے والے چھوٹے چھوٹے کاموں سے لے کر کھیتوں میں زمین کی تیاری سے کٹائی و چنائی تک پھیلا ہوا ہے۔ ان سب کاموں کے باوجود عورت کو قدم قدم پر کمتر ہونے کا احساس دلایا جاتا ہے۔

سرمایہ داری کے اس دور میں پیداوار میں زیادہ سے زیادہ اضافے کی لالچ میں کسان بین الاقوامی کمپنیوں کے زہر آلود بیج اور کھاد کے استعمال سے ایسی فصلیں کاشت کر رہا ہے جن سے نہ صرف اس کی غذائی خود کفالت ختم ہورہی ہے بلکہ اس کی صحت بھی تباہ ہورہی ہے۔ پاکستان میں سب سے زیادہ کاشت کی جانے والی نقد آور فصل بی ٹی کپاس کی کاشت کی وجہ سے عورتیں صحت کے مسائل کا شکار ہیں۔ کپاس کے قد آور پودوں کے وجہ سے کھیت میں سانس بند ہو جانا، بے ہوشی طاری ہو جانا معمول بن چکا ہے۔ کسان عورتیں سانس کی مختلف بیماریوں میں مبتلا ہورہی ہیں۔ چُنائی کے دوران نہ صرف زہریلی ادویات بلکہ لاتعداد زہریلے کیڑے کئی کئی گھنٹوں تک ان کے جسم اور کپڑوں سے چپکے رہتے ہیں جس سے نہ صرف ان کی اپنی بلکہ دودھ پلانے والی عورتوں کے بچوں کی صحت بھی متاثر ہوتی ہے۔ ان سب مسائل کے باوجود چُنائی کے بعد عورتوں کو نقد ادائیگی کے بجائے ایک رسید، جس پر انفرادی چنائی کا وزن درج ہوتا ہے، تھمادی جاتی ہے اور ان کی اجرت کا فیصلہ فصل کے منڈی میں اچھے داموں فروخت ہونے کے بعد بھی آجر کی مرضی سے مشروط ہوتا ہے۔ یوں ادائیگی کو کئی مہینوں تک ملتوی کر دیا جاتا ہے۔

ان سب حالات، غربت اور بچوں کی فاقہ کشی سے تنگ آ کر کئی عورتیں گھر میں موجود زہریلی ادویات پی کر اپنی زندگی ختم کرلیتی ہیں۔ دوسری جانب ایک سرمایہ دار اور جاگیردار کا خاندان آرام و آسائش کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کے بچے بہترین خوراک پر پلتے ہیں اور بیرون ملک تعلیم حاصل کر کے روشن مستقبل کے حقدار بن جاتے ہیں۔

سندھ میں پی کے ایم ٹی کا پہلا صوبائی اجلاس

حاکم گل

پاکستان کسان مزدور تحریک (پی کے ایم ٹی) صوبہ سندھ کا پہلا صوبائی اجلاس 8 ستمبر 2013 کو سکھر میں منعقد ہوا۔ اجلاس کا عنوان ''کسانوں اور مزدوروں کے مسائل اور مزاحمتی طریقے کار'' رکھا گیا تھا۔ پروگرام میں شرکت کے لیے مختلف اضلاع کے کسان اور کارکنان قافلوں کی صورت میں صبح سے پنڈال پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں لال اور سفید رنگ کے جھنڈے تھے اور ہر ایک کی زبان پر کسانوں کے حقوق کے حوالے سے مختلف نعرے تھے۔ پنڈال کو مختلف بینروں سے سجایا گیا تھا جن پر مزاحمتی تحریریں لکھی ہوئی تھیں جیسے ''ہماری زمینوں پر وڈیروں کا قبضہ نامنظور، ہماری زمینوں کی فروخت نامنظور، جاگیرداری نظام مردہ باد، زہریلی ادویات سے زمینوں کو بچاؤ، زمین میں زہریلی ادویات اور یوریا ڈال کر سماج کو مفلوج نہ کرو، کسانوں کو ان کے حقوق دو وغیرہ''۔

پروگرام کی میزبانی کے فرائض پی کے ایم ٹی ممبران ثمینہ کنول اور محمد یعقوب نے انجام دیے۔ آغاز میں ٹیبلو پیش کیا گیا جس میں ایک ظالم وڈیرہ اور ایک مظلوم کسان کی حالت زار دکھا کر زمین پر قبضہ اور وڈیرے کے کسانوں پر مظالم کی بھرپور عکاسی کی گئی۔ اس کے بعد گھوٹکی کی ٹیم نے لوک گیت پیش کیا۔ لوک گیت کے بعد مہمانوں کو سندھ کی سوکھڑی اجرک تحفے کے طور پر پیش کی گئی۔

اس سے قبل شکارپور کے سابق ضلعی کو آرڈینیٹر اور پی کے ایم ٹی مرکزی کور گروپ کے ممبر حاکم گل نے مہمانوں اور شرکاء کو خوش آمدید کہتے ہوئے اپنے تعارفی کلمات میں کہا کہ ہمارا پیغام پاکستان کے گاؤں گاؤں میں پہنچ رہا ہے۔ ہماری تحریک کا نعرہ خوراک کی خودمختاری اور زمین پر کسان کی ملکیت ہے۔ پی کے ایم ٹی کے نیشنل کوآرڈینیٹر راجہ مجیب نے تحریک کا تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ پاکستان کسان مزدور تحریک لاہور سے شروع ہوکر آج ملک کے تین صوبوں سندھ، پنجاب اور خیبر پختونخواہ میں پھیل چکی ہے۔ اس کے کارکنان

گاؤں گاؤں جا کر زراعت کے مختلف مسائل خصوصاً روایتی بیج کے فروغ کے حوالے سے بات چیت کرتے ہیں۔ ہماری تحریک کا مطالبہ ہے کہ ظالم وڈیروں اور جاگیرداروں سے زمینیں چھین کر کسانوں کو دی جائیں۔ وہ دن دور نہیں جب کسان اور مزدور مل کر جاگیرداروں اور سرمایہ داروں سے اپنا حق لے کر رہیں گے۔

معروف دانشور ممتاز بخاری نے تاریخ کی روشنی میں کسانوں کی جدوجہد پر معلومات فراہم کرتے ہوئے کہا کہ سندھ میں موئن جو دڑو، لاکھین کے دڑے اور کوٹ ڈیجی سے زرعی سماج کی شروعات ہوئی۔ دریائے سندھ نے کھارو چھان کی زمینوں کو سیراب کیا جس سے وہاں زرعی معاشرے کے قیام کا عمل شروع ہوا۔ بیج کی دریافت کے بعد زرعی زمینیں آباد ہوئیں۔ جاگیرداری نظام کی بنیاد ہندوستان کے راجاؤں نے ڈالی۔ انہوں نے سندھ کی زرعی زمین پر قبضہ کیا اور سماج کو غلام بنایا۔ سندھ میں قدیم دور سے لے کر جدید دور تک کسانوں پر ظلم کیے جاتے رہے ہیں۔ صوفی شاہ عنایت نے ان مظالم کے خلاف منظم جدوجہد شروع کی لیکن ان کی شہادت کے بعد تحریک آگے نہ چل سکی۔ بادشاہوں کے دور میں جاگیرداری تو تھی مگر وڈیرا کلچر نے انگریزوں کے دور میں جنم لیا۔ پاکستان بننے کے بعد جن افراد نے مزاحمتی تحریک کی بنیاد ڈالی، ان میں سائیں جی ایم سید، قاضی فیض محمد اور کامریڈ حیدر بخش جتوئی شامل تھے۔ مزاحمتی کسان لیڈر مائی بختاور شہید نے جاگیرداروں سے ٹکر لی اور 1947 میں کسان تحریک کی بنیاد ڈالی۔ ان کی شہادت کے بعد کامریڈ حیدر بخش جتوئی نے اس تحریک کو سرگرم رکھا۔

ممتاز بخاری کی تقریر کے بعد سندھ کے ضلعی کوآرڈینیٹرز نے باری باری اپنے ضلعوں میں تحریکی سرگرمیوں کا جائزہ پیش کیا۔ ضلعی رپورٹس کے بعد گھوٹکی سے آئی ہوئی شاہین مہر نے کہا کہ آج کے دور میں بھی کسان عورت بغیر معاوضے کے پورا دن کھیتوں میں کام کرنے پر مجبور ہے۔ ہمیں مل کر عورتوں، خاص طور پر کسان عورتوں کے حقوق کے حصول کے لیے کام کرنا ہے۔ پاکستان کسان مزدور تحریک سندھ کے صوبائی کوآرڈینیٹر علو بھیل نے اپنی تقریر میں کہا کہ WTO (ڈبلیو ٹی او) کسان کا دشمن ہے، اس کے خلاف تمام ضلعی کوآرڈینیٹرز گاؤں گاؤں جا کر کسانوں میں آگاہی پیدا کریں۔ صوبائی کوآرڈینیٹر کی تقریر کے بعد فقیر کریم بخش نے بانسری کی آواز نکال کر تمام شرکاء کو محظوظ کیا۔ اللہ ڈنو نے بھی کسانوں کے حوالے سے گیت گا کر زبردست داد وصول کی۔

ملتان سے شریک پی کے ایم ٹی پنجاب کے صوبائی کوآرڈینیٹر ظہور جوئیہ نے اپنے مخصوص انداز میں کہا کہ کسان اور مزدور اس خطے اور ملک کے مالک ہیں۔ زمین کے مالک جاگیردار نہیں کسان ہیں۔ جاگیرداروں نے تو انگریزوں کی غلامی کر کے زمینیں حاصل کیں۔ ہم ان وڈیروں، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں سے اپنا حق چھین کر لیں گے۔

آخر میں عذرا طلعت سعید نے کہا کہ پورے ملک بالخصوص سندھ میں کسانوں اور مزدوروں پر جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا ظلم جاری ہے۔ سرمایہ دار وہ ظالم ہے جو یہاں کا سارا اناج سمیٹ کر لے جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں ہر چیز موجود ہے، اس کے باوجود سبزیاں اور کھانے کی چیزیں بھاری قیمت پر باہر سے منگوائی جاتی ہیں۔ بیج اور یوریا کی قیمتیں اتنی بڑھ گئی ہیں کہ کسان قرض تلے دب کر فقیر بن گیا ہے۔ ڈاکٹر عذرا نے کہا کہ ہماری تحریک کا ایک مقصد ڈبلیو ٹی او کو زراعت سے باہر نکالنا بھی ہے کیونکہ ڈبلیو ٹی او کے تحت ہونے والے عالمی معاہدے چھوٹے اور بے زمین کسانوں کے خلاف ہیں۔ ہماری تحریک اسی وقت کامیاب ہوگی جب ہم سب ایک ہوں گے۔

ڈاکٹر عذرا کی تقریر کے بعد پاکستان کسان مزدور تحریک کور گروپ کے ممبر اور گھوٹکی کے سابق ضلعی کو آرڈینیٹر علی نواز جلبانی نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

اجلاس کے بعد پنڈال سے پریس کلب تک کسانوں اور مزدوروں کے حقوق کے لیے ریلی نکالی گئی۔

مزاحمتی طریقہ کار اور مفاہمتی طریقہ کار

آصف خان

کسی معاشرے میں طبقاتی فرق بہت بڑھ جائے تو نتیجے میں ظلم، ناانصافی، تشدد اور استحصال جنم لیتا ہے۔ ان حالات میں معاشرے میں دو طرح کے رجحانات پیدا ہوتے ہیں۔ ایک مزاحمت اور دوسرا مفاہمت۔ ایسے گروہ جو مزاحمت کا راستہ اختیار کرتے ہیں وہ منظّم انداز میں معاشرے کی تشکیل نو کے لیے جدوجہد کرتے ہیں تاکہ ناانصافی اور استحصال پر مبنی طبقاتی نظام کا خاتمہ ہوسکے۔ مزاحمتی عناصر کی خاص بات ان کا نظریہ اور فکر ہے جو ایسا جذبہ اور طاقت پیدا کر دیتی ہے کہ وہ قید و بند کی اذیتیں اور مصائب برداشت کر لیتے ہیں۔

مزاحمت کے بجائے مفاہمت کا راستہ اختیار کرنے والے کہتے ہیں کہ نظام میں تبدیلی کے خواہش مند گروہ اور قوتیں اس قدر کمزور اور مراعات یافتہ طبقہ اور حکمران اس قدر طاقتور ہیں کہ ان سے مزاحمت خودکشی کے مترادف ہے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ حالات سے سمجھوتا کر لیا جائے اور خود کو اس نظام سے جوڑ کر زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کیے جائیں۔

مزاحمت اور مفاہمت زمینی حالات کے تحت اپنی شکلیں بدلتی رہتی ہیں مثلاً مزاحمت کی ایک شکل غیر ملکی قابضین (نوآبادیات) کے خلاف تحریک چلانا ہے۔ جیسے ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف مختلف قسم کی مزاحمتی تحریکیں چلائی گئیں۔

ہندوستان میں جن افراد یا جماعتوں نے انگریزوں کی حمایت کی، ان کی دلیل یہ تھی کہ چونکہ مقامی حکمران سیاسی طور پر ناکام ہو گئے ہیں اور ملک جہالت کے اندھیروں میں ڈوب گیا ہے، اس لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ ترقی یافتہ غیر ملکیوں کا ساتھ دے کر ملک کو جدید اور ترقی یافتہ بنایا جائے۔ نوآبادیاتی دور کے خاتمے کے بعد کم و بیش یہی دلیل گلوبلائزیشن (عالمگیریت) کے حمایت کرنے والے دے رہے ہیں جبکہ مخالفین کو پسماندگی کا طعنہ دیا جا رہا ہے۔

مفاہمتی طریقہ کار میں بہت سے مادی فوائد ہوتے ہیں جیسے شہرت، دولت، ذاتی خوشحالی اور بے فکری۔ جبکہ مزاحمت اختیار کرنے والوں کے لیے مادی فوائد اور ذاتی مفاد ثانوی حیثیت کا درجہ رکھتی ہیں۔ معاشرے میں ان کو عزت اور مرتبہ اس وقت ملتا ہے جب مزاحمتی تحریک کامیاب ہو جاتی ہے۔ مزاحمت کرنے والے ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر لوگوں خاص کر کے پسے ہوئے طبقوں کی اجتماعی فلاح و بہبود اور معاشرے کی بہتری کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ ان کے سامنے ایک نصب العین ہوتا ہے جو کسی نظریہ اور فکر پر مبنی ہوتا ہے۔

مزاحمتی تحریکیں سیاسی حالات کے تحت اپنا طریقہ کار بدلتی رہتی ہیں۔ اگر یہ تحریک آمریت کے خلاف ہو تو یہ اپنی سرگرمیاں خفیہ رکھتی ہے اور تبدیلی کے عمل کو تیز کرنے اور جابر حکومت کو خوفزدہ اور کمزور کرنے کے لیے تشدد کا راستہ اختیار کرتی ہیں۔

جمہوری ملکوں میں مزاحمتی تحریکیں دستوری طریقوں کو استعمال کرتی ہیں جن میں مظاہرے، ہڑتالیں، دستخطی مہم، بھوک ہڑتال اور گھیراؤ شامل ہوتے ہیں۔ اپنے خیالات لوگوں تک پہنچانے اور ان کے سیاسی شعور کو بڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ عوامی دباؤ کے ذریعے تبدیلی لائی جاسکے۔

اس کے برعکس مفاہمتی تحریکیں کامیاب ہونے کے باوجود ناکام رہتی ہیں، کیونکہ ان کا مقصد صرف آمر طبقوں سے جن کے پاس سیاسی اقتدار موجود ہوتا ہے۔ ان پر کچھ تنقید کرتے ہوئے ان کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا ہے۔ یہ گروہ قطعاً نظام کی تبدیلی کیلیے متحرک نہیں ہوتے۔ اسی لیے اقتدار کی تبدیلی کے باوجود معاشرہ اور اس کے مسائل اپنی جگہ برقرار رہتے ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان میں مزاحمتی تحریک کیوں نہیں ابھر سکی؟ آخر کیوں لوگوں نے آمرانہ یا جمہوری، ہر طرح کی حکومت کو قبول کیوں کر لیا؟ اس کی ایک وجہ پاکستانی معاشرے کی اجتماعی نفسیات ہے جس کی رو سے حکمران کے خلاف بغاوت جرم ہے اور فرماں برداری اور اطاعت گزاری، کردار کی اہم خوبیاں ہوتی ہیں۔

دوسری اہم ترین وجہ ہمارے معاشرے میں زمیندار اور جاگیردار طبقہ کی دولت اور طاقت ہے جن کے بل پر یہ طبقہ سیاسی جماعتوں کی قیادت پر براجمان ہو جاتا ہے اور ظلم کا شکار کسان مزدور طبقہ اپنے آپ کو بے بس محسوس کرتا ہے۔ اسی لیے کوئی مزاحمت کا راستہ اختیار نہیں کر پاتا۔

تیسری وجہ یہ کہ تبدیلی کے دوسرے عوامل یعنی طالب علم، ٹریڈ یونینز کے رہنما اور دانشور یا تو خاموش ہیں یا مفاہمت کا راستہ اپنائے ہوئے ہیں۔

اس تجزیے کے بعد ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ جس معاشرے میں مزاحمت ختم یا کمزور ہو جائے وہاں نہ تخلیقی ادب پیدا ہوتا ہے اور نہ آرٹ و موسیقی۔ سمجھوتا اور مفاہمت ذہن کو بے جان اور مردہ بنا دیتے ہیں جس کا اثر ہم پاکستان کے تعلیمی نظام، ادب اور آرٹ میں دیکھ سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے عوام میں بے حسی اور بے چارگی کے جذبات نظر آتے ہیں۔ جب لوگوں کی مایوسی حد سے بڑھ جائے، ان کے راستے بند ہو جائیں، ان کے رہنما اور دانشور اہل اقتدار کی

خوشامد میں مصروف ہو جائیں تو پھر وہ مزاحمت کے بجائے خودکشی کو تمام مسائل کا حل تصور کرتے ہیں۔

دیسی بیج اور اسکے فوائد

رحم نواز

ہمارے ملک میں غیر ملکی کمپنیاں کسانوں کو زیادہ پیداوار کا جھانسہ دے کر روایتی زراعت کو ختم کرنا چاہتی ہیں۔ یہ کمپنیاں ہائبرڈ بیج اور کیمیائی کھاد کے استعمال کو فروغ دیتی ہیں جن سے رفتہ رفتہ زمین بنجر اور کسان ان کمپنیوں کا محتاج ہوتا چلا جاتا ہے۔ کسان کی پیداوار کا زیادہ تر حصہ ڈی اے پی، یوریا، اسپرے اور ٹریکٹر پر خرچ ہوجاتے ہیں۔ کسان کے پاس نہ ہی گھر کے لیے اناج بچتا ہے اور نہ ہی اگلی فصل اگانے کے لیے بیج۔ ہائبرڈ بیجوں پر ہونے والے اسپرے سے انسانوں میں بیماریاں بھی پھیلتی ہیں۔ ان ہی حالات کے پیش نظر میں نے دیسی کاشت کاری کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے میں نے ایک مقامی کسان سے مکئی کا 30 سال پرانا دیسی بیج لے کر اپنی زمین کے کچھ حصے پر کاشت کیا۔ اس

محمد رمضان نوتکانی، ڈسٹرکٹ بدین

پچھلے سال میں نے چاول کی کچھ دیسی قسمیں کاشت کیں جن کی پیداوار اچھی رہی اور اخراجات بھی بہت کم آئے۔ میرے گاؤں کے کچھ لوگوں نے ان قسموں اور پیداوار کو دیکھتے ہوئے مجھ سے مختلف اقسام کے دیسی بیج لے کر کاشت کیے۔ اس سیزن میں مجھے چاول کی مزید پانچ وارئٹیاں ملیں جن سے میں نے بغیر کھاد اور دواؤں کے بہت اچھی پیداوار حاصل کی۔ اس طرح نہ صرف مجھے اور میرے خاندان کو بہتر اور صاف ستھری خوارک حاصل ہوئی بلکہ اخراجات بھی انتہائی کم آئے۔ ہائبرڈ ناکارہ اور زمین کی زرخیزی کے لیے نقصان دہ ہوتے ہیں۔ ہمیں اچھے مستقبل کے لیے دیسی بیجوں کو محفوظ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سال میں نے جو دیسی بیج لگائے اور ان سے جتنی پیداوار حاصل کی اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

ورائٹی نمبر 1۔ 250 گرام = 10 کلوگرام
ورائٹی نمبر 2۔ 4 کلوگرام = چار من
ورائٹی نمبر 3۔ چار کلوگرام = پانچ من
ورائٹی نمبر 4۔ پانچ کلوگرام = 4.30 من
ورائٹی نمبر 8۔ 25 گرام = 10 کلوگرام
ورائٹی نمبر 10۔ 250 گرام = 14 کلوگرام
ورائٹی نمبر 11۔ 250 گرام = 12 کلوگرام

فصل میں گوبر ڈالا، کوئی اسپرے نہیں کیا اور 15 کلو پیداوار حاصل کی۔ طوفانی بارشوں کی وجہ سے پیداوار کم ہوئی لیکن کمی کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ ہماری زمینیں کیمیائی کھادوں کی عادی ہوچکی ہیں۔ انھیں اپنی قدرتی زرخیزی دوبارہ حاصل کرنے کے لیے کم از کم تین سے پانچ سال کا عرصہ درکار ہوگا۔

یہ زمین کے تھوڑے سے حصہ پر کاشت کی میری چھوٹی سی کوشش تھی۔ میں آنے والے وقتوں میں زیادہ زمین پر پائیدار زراعت کروں گا کیونکہ پائیدار زراعت کے فروغ سے ہی پائیدار ترقی ممکن ہے۔

پی کے ایم ٹی کا ڈبلیو ٹی او کے خلاف مظاہرہ

پاکستان کسان مزدور تحریک (پی کے ایم ٹی) اور روٹس فار ایکوٹی نے لاہور پریس کلب کے باہر ڈبلیو ٹی او (عالمی تجارتی ادارہ) کے خلاف 28 اکتوبر 2013 کو ایک احتجاجی مظاہرہ کا انعقاد کیا۔ اس مظاہرہ کا مقصد رواں سال 3 سے 6 دسمبر کو انڈونیشیا کے شہر بالی میں ہونے والے ڈبلیو ٹی او کے نویں وزارتی اجلاس کے حوالے سے عوامی شعور، مزاحمت اور احتجاج کو اجاگر کرنا تھا۔

مظاہرے میں شامل چھوٹے اور بے زمین کسان مرد اور عورتوں نے ڈبلیو ٹی او اور اس کے کالے قوانین کے خلاف شدید نعرے بازی کی اور ڈبلیو ٹی او کو کسانوں کا قاتل قرار دیا۔

مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ ڈبلیو ٹی او کے قیام کا مقصد عالمی تجارت پر سرمایہ دار ممالک اور ان کی دیو ہیکل کمپنیوں کا قبضہ یقینی بنانا ہے۔ ڈبلیو ٹی او کا عالمی زرعی معاہدہ اور ذہنی ملکیت کا معاہدہ دنیا بھر کے خصوصاً تیسری دنیا کے چھوٹے اور بے زمین کسانوں اور مزدوروں کے لیے زہر قاتل ہے۔ زرعی اور جینیاتی ملٹی نیشنل کمپنیوں خصوصاً امریکی کمپنیوں نے ہمارے بیش بہا جینیاتی وسائل پر ڈبلیو ٹی او کے ٹرپس کے معاہدے کو استعمال کرتے ہوئے اپنے قبضے کو یقینی بنالیا ہے۔ ڈبلیو ٹی او نے ہائبرڈ اور جینیاتی بیج، کیمیائی کھاد اور جان لیوا زہریلی کیڑے مار ادویات کی تجارت کو بڑھا کر ملٹی نیشنل کمپنیوں کے منافع میں کروڑوں ڈالر کا اضافہ کیا ہے۔ دوسری طرف کسان نہ صرف اپنے روایتی بیجوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور ملٹی نیشنل زرعی کمپنیوں کے محتاج ہوکر رہ گئے ہیں بلکہ قرض اور مہنگائی کی چکی میں بھی پستے چلے جا رہے ہیں۔ آج ہماری دیہی اور شہری مزدور آبادیاں مہنگائی کے سبب بھوک کا شکار ہوگئی ہیں۔ ڈبلیو ٹی او، آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی نج کاری اور آزاد تجارت کی سنگین سامراجی پالیسیوں نے کسان اور مزدور کو روزگار سے ہاتھ دھونے پر بھی مجبور کردیا ہے۔ ان کی بنائی ہوئی پالیسیوں نے ہماری خوراک میں زہر گھول دیا ہے جس کی وجہ سے آبادیوں خاص طور پر عورتوں اور بچوں کی صحت پر شدید منفی

اثر پڑا ہے۔ماحولیات کی تباہ کاری بھی سرمایہ دار کمپنیوں کی منافع کی ہوس کا نتیجہ ہے جس کی وجہ سے آج چھوٹا اور بے زمین کسان سب سے زیادہ سیلاب کی تباہ کاریوں اور دیگر قدرتی آفات کا شکار ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ رواں سال دسمبر میں ہونے والے ڈبلیو ٹی او کے وزارتی اجلاس کے حوالے سے جو خبریں موصول ہو رہی ہیں ان کے مطابق امریکہ، یورپ اور دیگر سامراجی سرمایہ دار ممالک بھرپور انداز میں اپنے مقاصد کو بڑھانے کے لیے چالبازیوں میں مصروف ہیں۔ان کا زیادہ زور تجارتی سہولیات (Trade Facilitation) کے معاہدہ کو منظور کروانے پر ہے جس کا مقصد کسٹم اور اس سے متعلقہ دیگر پیچیدگیوں کو آسان بنانا ہے تاکہ ان کی درآمدی مصنوعات بندرگاہ سے جلد از جلد منڈی تک پہنچ سکیں اور سرمایہ دار کے منافع کے حصول کو تیز تر کیا جاسکے۔یقیناً اس عمل سے چھوٹے اور بے زمین کسانوں کے ساتھ ساتھ مزدوروں کا استحصال کئی گنا بڑھ جائے گا۔

مظاہرے میں شریک کسانوں اور پی کے ایم ٹی عہدیداران نے ملک میں زرعی زمینوں کی منصفانہ اور مساویانہ تقسیم خصوصاً زمین عورتوں میں بانٹنے کا بھی مطالبہ کیا۔

سیڈ بینک

نوید احمد

روایتی بیج بچانے کے لیے روٹس فار ایکوٹی کی کاوشوں کا نتیجہ تین سال پہلے سیڈ بینک کی صورت میں سامنے آیا۔2011 میں پہلی بار ماتلی، سندھ کے مقام پر چاول اور گندم کے مختلف بیج بوئے گئے جس کی تفصیلات گذشتہ نیوز لیٹر میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے جون 2013 میں ماتلی میں چاول کی 12 دیسی اقسام کاشت کی گئیں جن کی کٹائی اکتوبر 2013 میں ہوئی۔ تفصیلات مندرجہ ذیل جدول میں موجود ہیں:

جدول

نمبر	قسم/کوڈ	وزن	پیداوار
1	WRT001	750gm	43kg
2	WRT002	750gm	11kg
3	WRT003	750gm	45kg
4	WRT004	750gm	20kg
5	WRT005	750gm	35kg
6	WRT006	750gm	26kg
7	WRT007	750gm	15kg
8	WRT008	750gm	48kg
9	WRT009	750gm	16kg
10	WRT010	750gm	54kg
11	WRT011	750gm	25kg
12	WRT012	750gm	16kg
	کل کلوگرام	**9kg**	**354 kg (8.85 من)**

کاشت کیے گئے بیجوں کا کل وزن 9 کلو تھا۔ 9 کلو سے 8 من 85 گرام چاول کی پیداوار ہوئی۔ یہ بیج کسی بھی کیمیائی کھاد اور کیڑے مار ادویات کے اسپرے کے بغیر تیسری مرتبہ لگائے گئے تھے۔ پاکستان کسان مزدور تحریک کے کسانوں نے رضاکارانہ طور پر اپنی زمینوں میں چاول کے یہ بیج کاشت کئے۔ اگست 2013 میں آنے والے سیلاب سے ضلع گھوٹکی میں چھ اور ضلع ملتان میں دو کسانوں کے سیڈ بنک تباہ ہو گئے۔

اس وقت گندم کی بوائی کا موسم شروع ہو چکا ہے۔ روٹس فار ایکوٹی نے اکتوبر میں ضلع ملتان میں 12، ضلع گھوٹکی میں 14، ضلع شکارپور میں 3، ضلع

خیر پور میں 2، ضلع بدین میں ایک اور ضلع سکھر میں 3 کسانوں میں گندم کے دیسی بیج تقسیم کیے۔ فصل تیار ہونے پر یہ کسان سیڈ بینک کو اتنے ہی بیج واپس کردیں گے جتنے انہوں نے لیے تھے تاکہ یہ بیج اگلے سیزن میں دوسرے کسانوں میں تقسیم کیے جاسکیں۔ ان بیجوں کی کاشت سے حاصل ہونے والی پیداوار کی تفصیل اگلے نیوز لیٹر میں شائع کی جائے گی۔ ان کوششوں سے آئندہ سال دیسی طریقے سے کاشت کاری کرنے والوں میں مزید اضافے کی امید ہے۔ کسی بھی کسان بھائی کو دیسی چاول/ گندم کے بیج کی ضرورت ہو تو بلامعاوضہ حاصل کرسکتے ہیں۔ ہماری درخواست ہے کہ اگر کسی کسان دوست کے پاس پرانا دیسی چاول، گندم یا سبزیوں کا بیج موجود ہے تو وہ ہمیں آگاہ کرے۔

منافع خور ہر چیز کو بیچیں گے: اب چھپکلیوں کی خیر نہیں

رپورٹ: پی کے ایم ٹی

قدرت نے زندہ رہنے کے لیے جتنی بھی اشیاء پیدا کی ہیں ان پر تمام انسانوں اور دیگر جانداروں کا برابر کا حق ہے۔ لیکن اس دنیا میں ایک منظم گروہ ایسا بھی ہے کہ جو سمجھتا ہے کہ قدرت نے جان دار یا بے جان، جتنی بھی اشیاء پیدا کی ہیں، سب اس کی نجی ملکیت میں ہونی چاہئیں تاکہ وہ ان وسائل یا ان وسائل کے استعمال سے بنائی گئی مصنوعات بیچ کر اپنی تجوریاں بھر سکے۔ اس منافع خور طبقے کو موجود دور کی اصطلاح میں سرمایہ دار اور نفع کی ہوس پر مبنی اس سوچ کو سرمایہ دارانہ نظام کہتے ہیں۔

یہ منافع خور طبقہ دنیا کی ہر شئے کو بکاؤ مال سمجھتا ہے۔ حتیٰ کہ آج کل یہ طبقہ صاف اور خالص پانی کے نام پر پانی جیسی بنیادی ضرورت کو بھی منافع کے لیے بیچ رہا ہے۔ اس طبقے کا گھناؤنا چہرہ دکھانے کے لیے آج ہم خیبر پختونخوا کے ضلع ہری پور سے ایک نمونہ پیش کررہے ہیں۔

خیبر پختونخوا کا ضلع ہری پور صوبے کے دیگر اضلاع کی طرح قدرتی وسائل (پہاڑوں اور جنگلوں) سے مالا مال ہے۔ اس علاقے میں ایک خاص قسم کی چھپکلی پائی جاتی ہے جسے مقامی ہندکو زبان میں پنج پیری کہتے ہیں۔ سننے میں آیا ہے کہ اس چھپکلی میں ایک خاص قسم کا زہریلا مواد پایا جاتا ہے جو کینسر اور شوگر کے علاج کے لیے بہت مفید ہے۔ پچھلے کچھ عرصے سے چین کے تاجر مقامی لوگوں کی مدد سے اس چھپکلی کو پکڑ کر آگے کہیں بیچ رہے ہیں۔ مختلف علاقوں کے باشندے اس چھپکلی کو پکڑ کر مقامی کارندوں کی مدد سے چینی تاجروں کو بیچتے ہیں۔ اس چھپکلی کی قیمت وزن کے حساب سے لگتی ہے۔ جس چھپکلی کا وزن 100 گرام سے کم ہوتا ہے وہ ایک سے دو ہزار روپے میں فروخت ہوتی ہے اور جس کا وزن 250 گرام سے زیادہ ہو اس کی قیمت لاکھوں تک جاتی ہے کیونکہ اس کی دم میں خاص قسم کا زہر پایا جاتا ہے۔ اس علاقے کے بہت سے لوگ اب ان چھپکلیوں کو پکڑنے میں لگے ہوئے ہیں۔ بہت سے لوگوں کو یہ پتہ ہی نہیں کہ پنج پیری کیسی ہوتی ہے۔ وہ اس سے ملتی جلتی دوسری چھپکلیوں کو بھی پکڑ لیتے ہیں جس کی وجہ سے مقامی چھپکلیوں کی تمام نسلیں معدومیت کے خطرے سے دوچار ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ تاجر ان چھپکلیوں کو خرید کر خود پالتے ہیں۔ یہ سرنج کی مدد سے اس کی دُم سے زہر نکالتے ہیں اور کچھ دن بعد جب اس کی دم میں دوبارہ زہر پیدا ہوجاتا ہے تو یہ عمل پھر سے دہرایا جاتا ہے۔ اس طرح اگر تاجر طبقہ ایک چھپکلی ایک لاکھ میں بھی خرید رہا ہے تو کل وہ اس سے دس گنا زیادہ منافع کمائے گا۔ اس کے بعد صنعت کار اس چھپکلی کے زہر سے جو دوا تیار کرے گا اس کو منڈی میں منافع کی بنیاد فروخت کرے گا اور اس دوا پر لیبل اور ذہنی ملکیت بھی اسی کمپنی کی ہوگی جو یہ دوا بنائے گی۔ کمپنی منڈی میں اپنی مرضی کی قیمت پر یہ دوا فروخت کرے گی۔ یوں ہم سے سستا خام مال لے کر یہ کمپنیاں اپنی ذہنی ملکیت کے ساتھ اس دوا کو ہمیں اور دوسروں مہنگے داموں بیچیں گی۔ تاجروں کا کہنا ہے کہ وہ عام سی چھپکلی مہنگے داموں خرید کر لوگوں کی مدد کررہے ہی اور اس سے جو دوا تیار کی جائے گی وہ بھی عام لوگوں کے فائدے کے لیے ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ سرمایہ دار کمپنیاں اور تاجر اس چھپکلی کا کاروبار صرف منافع کے حصول کے لیے کررہے ہیں۔ عام انسانوں کی فلاح ان کا مقصد نہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس چھپکلی کی خرید و فروخت سے قدرتی ماحول میں کیا بگاڑ پیدا ہوگا۔ اگر بڑے پیمانے پر اس چھپکلی کی خرید و فروخت شروع ہوگئی تو سب سے بڑا خطرہ اس جاندار کی نسل کو لاحق ہوگا۔ قدرت کے نظام میں ایک توازن ہے اور قدرت نے اپنے نظام کو برقرار رکھنے کے لیے تمام جاندار اور بے جان اشیاء کو ایک خاص تناسب سے پیدا کیا ہے۔ اگر انسان کے کرتوتوں کی وجہ سے قدرت کے نظام میں کسی ایک چیز کی کمی یا زیادتی ہو جائے چاہے وہ چیز جاندار ہو یا بے جان تو اس سے قدرتی ماحول میں ایسا بگاڑ پیدا ہوگا جس کو قابو کرنا انسان کے بس میں نہیں رہتا۔ جیسا کہ ایک شاعر نے کہا کہ ''کوئی

چیز نکمی نہیں قدرت کے کارخانے میں''۔ قدرت نے اس چھپکلی کو بھی ایک توازن سے پیدا کیا ہوگا اور وہ نظام میں ایسا کام دیتی ہوگی جو دیگر جانداروں کی زندگی کے لیے بہت اہم ہوگی دراصل اس چھپکلی کی زہریلی خصوصیات دیگر جانداروں کی زندگی کے لیے کتنی ضروری اور انمول ہوگی اس کا ہمیں اندازہ نہیں۔ تمام جاندار اور بے جان اشیاء قدرت کے نظام میں اکائیاں ہیں اگر انسان نے اپنے منافع کی خاطر ان اکائیوں کو ختم کر دیا تو پورے نظام کا باقی رہنا ممکن نہ ہوگا۔

اگر اس چھپکلی کے زہر سے کسی بیماری کا علاج ممکن ہے تو اس کو ضرور استعمال میں لایا جانا چاہیے مگر اس کا فائدہ مقامی آبادیوں کو ملنا چاہیے اور پھر اس جاندار کا صرف اتنا استعمال ہو جس سے نہ قدرت کو نقصان ہو اور فائدہ کل انسانیت کو ضرورت سے زیادہ پیداوار اور منافع کے حصول لیے اس چھپکلی کا کاروبار استحصال اور ظلم ہے۔ اس طرح ہم اس جاندار کی نسل کو ہمیشہ کے لیے کھو دیں گے جس سے قدرت کے نظام میں بگاڑ کا سلسلہ شروع ہو جائے گا لیکن اس وقت ہم بے بس ہو چکے ہوں گے اور کچھ نہیں کر سکیں گے۔ ہمیں ابھی سے یہ سوچنا ہے کہ آنے والی نسلوں کو ہم کیا دے کر جا رہے ہیں، شاید وقت ہم کو دوبارہ مہلت نہ دے۔

پی کے ایم ٹی کی ششماہی سرگرمیاں

(جولائی تا دسمبر 2013)

پاکستان کسان مزدور تحریک کے ارکان دیسی زراعت کے فوائد اور مشینی و کیمیائی زراعت کے نقصانات سے آگاہی فراہم کرنے کے لیے پورے ملک میں کسان آبادیوں کے دورے کرتے ہیں اور اس مقصد کے حصول کے لیے مختلف پروگراموں کا انعقاد بھی کرتے ہیں۔ جولائی سے دسمبر 2013 تک اس حوالے سے مندرجہ ذیل سرگرمیاں سرانجام دی گئیں:

اپنا بیج بچاؤ مہم

اپنا بیج بچاؤ مہم کے تحت سندھ، پنجاب اور خیبر پختون خواہ کے منتخب اضلاع کے دیہاتوں میں کسان آبادیوں کے دورے کیے گئے۔ انھیں دیسی بیج اور روایتی زراعت کی اہمیت سے آگاہ کیا گیا اور ساتھ ساتھ پی کے ایم ٹی اور اس کے مقاصد سے بھی روشناس کرایا گیا۔ ان دوروں سے نہ صرف پی کے ایم ٹی کے بارے میں کسان آبادیوں کو معلومات حاصل ہوئیں بلکہ بہت سے کسانوں نے تحریک میں شمولیت کی خواہش ظاہر کی۔

عوامی آگہی پروگرام

عوامی آگہی پروگرام کے تحت منتخب اضلاع کے دورے کیے گئے۔ ہر ضلع کے مختلف دیہاتوں سے 25 سے 30 کسانوں کو اکٹھا کر کے انھیں سبز انقلاب، نوآبادیات اور دیگر عالمی اور مقامی کسان پالیسیوں پر آگہی دی گئی تاکہ وہ پرانی اور نئی ملکی اور عالمی طاقتوں کے کسان دشمن ہتھکنڈوں کو سمجھیں۔

ریڈیو پروگرامز

پاکستان کسان مزدور تحریک اور روٹس فار ایکوٹی کے تعاون سے سندھ اور پنجاب میں ایف ایم ریڈیو پروگرامز کے ذریعے کسانوں کی شعور و آگہی کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ 30 منٹ دورانیہ کے ان پروگراموں کو ایف ایم گھوٹکی اور ایف ایم 93 ملتان سے نشر کیا گیا۔ ان پرگرامز میں سبز انقلاب، پائیدار زراعت، جینیاتی انقلاب، روایتی اور دیسی بیج کے فوائد کے علاوہ دیگر موضوعات پر بات چیت کی گئی۔

ڈبلیو ٹی کے خلاف مظاہرہ

پی کے ایم ٹی اور روٹس فار ایکویٹی کے تحت ڈبلیو ٹی او کے خلاف لاہور پریس کلب کے باہر 28 اکتوبر 2013 کو ایک مظاہرہ کیا گیا۔ اس کی تفصیلی رپورٹ صفحہ نمبر 5 پر ملاحظہ فرمائیں۔

پی کے ایم ٹی سندھ کا صوبائی اجلاس

پی کے ایم ٹی سندھ کا پہلا صوبائی اجلاس 8 ستمبر 2013 کو سکھر میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی تفصیلات صفحہ نمبر 2 پر ملاحظہ فرمائیں۔

پاکستان کسان مزدور تحریک: تعارف

پاکستان کسان مزدور تحریک (پی کے ایم ٹی) ملک کے چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں پر مشتمل ایک تنظیم ہے۔ پاکستان کسان مزدور تحریک کا نام 2010 میں اختیار کیا گیا لیکن بحیثیت کسان مزدور تنظیم یہ 2008 سے سرگرم عمل ہے۔ اس دوران تنظیم پاکستان کسان سنگت کے نام سے جانی جاتی رہی۔ اس کے اہم اہداف میں زراعت اور زرعی مسائل کے بارے میں عوامی بیداری، پائیدار زراعت اور خوراک کی خودمختاری شامل ہے۔

پاکستان کسان مزدور تحریک کی اہم ذمہ داریوں میں ملک کے چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں کے لیے حقوق، زرعی معیشت اور سیاست کے موضوعات پر تفصیلی تربیتی پروگرام شامل ہیں۔ پی کے ایم ٹی میں فیصلہ سازی کور گروپ (مرکزی گروپ) کے ذریعے کی جاتی ہے اور تنظیمی ڈھانچے کے لیے تحریک کے ممبران عہدیداروں کا انتخاب کرتے ہیں جس میں مرکزی کوآرڈینیٹر، صوبائی کوآرڈینیٹر اور ضلعی کوآرڈینیٹر شامل ہیں۔

تحریک کے بنیادی اصول

پاکستان کسان مزدور تحریک مذہب، رنگ، نسل، علاقائی اور لسانی تعصب سے بالا تر ہو کر مندرجہ ذیل اصولوں پر منظم ہونے کا عزم رکھتی ہے:

1۔ کسانوں بالخصوص کسان عورتوں کے حقوق
2۔ خوراک کی خودمختاری
3۔ موسمی انصاف
4۔ پیداواری وسائل تک اختیار اور رسائی
5۔ اتحاد، یکجہتی اور جدوجہد